

حاملانِ قرآن

شیخ محمد فضل عمادی

(۲)

(از مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی بی ایس سی، علیگ))

مَا خُفِيَ عَنْكَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الْفَهْمُ فِي الْقُرْآنِ

مجھے صرف یہ خاص نعمت حاصل ہوئی کہ میں کلامِ قرآن کو سمجھ سکوں

(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

عذابِ آخرت سے کیا فائدہ ہے؟ یہ سئلہ رُو قبول و ایراد و اصدار کا موضوع بنا ہوا تھا کہ دوزخ میں عاصیوں کو

بتلائے عذاب جاوید رکھنے سے صلح کا کیا پہلو نکلتا ہے؟

فرمایا:-

متاخرین فلاسفہ اسلام کی تحقیق و تنقیب کی بہترین جامع تالیف "اسفلا ربوہ" ہے کہ ہمارے درس میں

بھی دخل ہے۔ حکمائے ملتِ اسلامیہ نے اپنے مخصوص فلسفہ میں جہاں تک ترقی کی تھی یہ کتاب اس کے مراحل ارتقاء

کی منزل ہے۔ آخذ ملاحظی و امنافی کے اہتمام سے ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوئی۔ فلسفہ الہیات میں صاحب کتاب پر فرق

تصوف غالب ہے۔ صفویوں کے عہد میں ایران سے تصوف کی بیج کئی ہو گئی، کسی کو صوفی کہنا اس کو مطون بنانا تھا،

لیکن خدا کے نقاد ہر آواز کو کون روک سکتا ہے؟ زبانِ خلق نے ان کو صوفی مشہور کر دیا۔ ہنوز تین پشتیں گزرنے نہ پائی

تھیں کہ ہمدان سے نکل کے اس شہر تک پہنچے لکھنؤ میں ہونے لگے کہ وہ بھی ہندوستان کا ہمدان تھا۔ ذرا الٹا
 اودھ سے قبل طالب علم لیے جب میں مقیم لکھنؤ تھا تو صاحب آسفار کے حنفیہ سے واقف ہوا کرتی تھی۔ وہ بھی عالم تھے
 مگر ظاہر نہ تھے نسبت صوفیت سے ان کو شدیدانکار تھا اور اس باب میں انھوں نے ایک عربی رسالہ بھی لکھا تھا جس کا
 ایک نسخہ مطبوعہ مجھے بھی دیا تھا۔ رسالہ کا موضوع منکلمات یسین و کیا ترجمہ کے بہار سے انتہائی تھا کہ صاحب
 اسفار صوفی نہ تھے پیشینی داری تھے، نہ کرنی تھے نہ شامی تھے۔

یہ ایک ضمنی بات تھی۔ اب اصل سوال پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

اسفار کی چوتھی جلد کے اواخر میں ایک عنوان ہے "ذکر تنبیہی" اس ذیل میں اس آئیہ کریمہ کی تحقیق

کرتے ہیں :-

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
 اس آگ سے بچو کہ آدھ اور پتھر اسکے ایندھن ہوں گے۔

یہ تحقیق عارفان طریقت کی سند سے تادمتر مستند ہے قال بعض العرفاء سے اسکی ابتدا کی ہے جو

شیخ ابوسعید الدین ابن عربی اندلسی مراد ہیں کہ صاحب اسفار ان کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان سے جا بجا سنتیں

عذاب بھی ایک علان ہے اسفار میں اسکی بسوڑا و شرح بحث موجود ہے اور جا بجا اس پر کلام کیا ہے عقبات

فلسفہ سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک مقام کے خاص فقرے یہ ہیں :-

ان النار قد تتخذوا لبعض الامراض و
 هو الداء التي لا يتقى الا بالكي من النار
 لقوله تعالى "فتكوى بها جوارحه جزئاً"
 الآية، فقد جعل الله النار وقاية في
 هذا الموضع من داء هو الشد من النار
 في حق المبتلى به داء الكبر من الكبائر
 بعض بیماریوں میں آگ سے علان کرتے ہیں، ایسی بیماری
 کی دوا آگ ہی ہے، اس بیماری سے بچنے کی بجز اس
 کے کوئی صورت نہیں کہ آگ سے داغ دیں، اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے "آگ سے ان کی پیشانیوں اور پیٹوں کو
 داغ دیا جائے گا" اللہ تعالیٰ نے اس جگہ آگ کو
 اس بیماری سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا ہے جو اس مبتلا کے

فقد جعل الله لهم النار يوم القيامة دواء
 كالتي بالنار قد فسد بدخولهم النار يوم القيامة
 دائر عظيمها اعظم من النار وهو غضب الله
 ولهم ما يخرجون بعد ذلك من النار التي اخرجت
 كما جعل الله في الحرب داء نيا دية وقاية
 من عذاب الاخرة -

حق میں آگ سے کہیں زیادہ سخت ہے، کیا دگناہ سے
 بڑھ کے اور کون سی بیماری ہوتی ہے، ایسے بیمار کی معصیت
 کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ دوا تجویز کی ہے جو آگ سے
 داغنے کے مشابہ ہے، اس غلن کے ذریعہ سے ان کو آگ
 میں ڈال کر اس بڑی بیماری سے بچا لیا جو آگ سے بہت
 ہی بڑھی چڑھی ہے یہ بہت بڑی بیماری اللہ کے غضب

کی تھی جس سے آتش دوزخ میں عذاب پانے والے بچ گئے، یہی وجہ ہے کہ اس عذاب کے بعد یہ لوگ دوزخ سے نجات
 جنت میں لائے جائیں گے، اسکی مثال دنیاوی معاملات میں حد و شرعی ہیں کہ اگر چہ ان حدوں میں تعزیر و سزا
 ہوتی ہے مگر اس تعزیر کو برواشت کر لینے کے بعد عذاب آخرت سے نجات ہے۔

دوزخ کا وجود حقیقی فرمایا:-

ان جہنم لیست من حیث کونھا دار العذاب
 کماله وجود حقیقی بل منشاءه وجود الضلال
 والنصیان فی النفوس حتی انہ لو لم یکن وہبصیة
 بنی آدم لما خلق الله النار -

دوزخ اپنی آستی میں دھل عذاب کا ایسا مقام نہیں
 کہ کوئی حقیقی وجود رکھتا ہو، طبیعتوں میں مگر یہی تا فرانی
 کا موجود بننا ہی منشاء ہے وجود دوزخ ہے، حتیٰ کہ
 انسان میں اگر معصیت کی خاصیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ
 دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔

استعداد و نفوس فرمایا:-

اہل عذاب وہی ہیں جن کے نفس ہیئت کا کوئی نہ کوئی
 درجہ حاصل کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ معصیت کے ارتکاب سے
 یہ استعداد جاتی رہی۔ اب ان کی حالت اس شخص کی سی

ان اهل العذاب هم الذين نفوسهم
 كانت مستعدة لدرجة من درجات الجنان
 ثم بطل استعدادهم ودهم بارتكاب المعاصی

فما لهم كحال من انخرن عن الاعتدال الا لآتي
به والصحة التي له كجسده فيكون في المرشد
حتى يرجع الى الاعتدال الذي كان لئلا يطل
استعدادا بالكلية وانتقل من اجزاء الى مزاج
واقفه تلك الحالة التي كانت مخالفة لمزاجه
الاول وكان مرضا في حقه فصار المرء من صحة
له والا لمرارة له وانقلب العذاب عذوبة
في حقه لا انقلاب جوهر الى جوهر ادنى

ہوگئی جس کا مزاج صداعتدال سے منحرف ہو گیا ہو، یعنی جو
اعتدال اور صحت اس کے لائق تھی وہ نہ رہی، ایسا شخص
اس وقت تک شدید الم میں مبتلا رہے گا جب تک کہ
پھر وہی اعتدال مزاج اسکو حاصل نہ ہو جائے یا پھر
یہ صورت ہو کہ اسکی استعداد بالکل ہی باطل ہو جائے
اور اس کا مزاج منتقل ہو کر ایسا ہو جائے کہ اس حالت
کے موافق اور پہلے مزاج کے مخالف ہو۔ پہلے مزاج کی
بنیاد پر جو حالت تھی وہ اس کے حق میں بیماری کا حکم رکھتی
تھی، اب دوسرے مزاج کی رو سے وہی بیماری صحت، وہی الم راحت، وہی عذاب عذبت، اس کے حق میں بن گیا
سبب یہ ہے کہ اس کے جوہر میں انقلاب آ گیا اور اب وہ ایک ادنیٰ درجہ کا جوہر ہو رہا۔

معذبین فی النار فرمایا :-

فكذلك حال من يدخل في النار يتعذب
بهماذآ لا جل الاعمال السيئة فان بقي
في قلبه نور الايمان فممن ان ينفذ ظلمة
المحاصي في باطن قلبه ويحيط به الشيات فلا
محالة ليجز من النار ويبرء من العذاب
ولما من اسود قلبه بالكلية وغاص في باطن
قلبه ظلمة المحاصي لا جل الكفر فلا يخرج من
النار ابداً مخلداً۔

یہی حال ان لوگوں کے ہے جو آگ میں داخل ہوں اور اپنے
اعمال بد کے باعث ایک مدت تک آگ کے عذاب میں ٹپے
رہیں، ایسے شخص کے دل میں اگر نور ایمان باقی ہے تو نہ
معصیت کی تازیانی اس کے قلب کے اندر گھر کر سکتی ہے اور نہ
گناہ اس کو ہر طرف سے گھیر سکتے ہیں، ایسا شخص اگر حال
آگ سے نکالا جائے گا اور عذاب سے بچے گا، لیکن وہ شخص جس کا
قلب بالکل تاریک ہو گیا ہو اور کفر کے باعث معصیت کی
تازیانی نے اس کے قلب کے اندر گھر بنا لیا ہو ایسا شخص ہمیشہ آگ ہی
جلتا رہے گا اور کبھی اس عذاب سے رہائی نہ پائے گا۔

فرمایا:۔۔۔ حیفاً لکے ان حالات میں بھی نفس کافر ایمان نہ لائے اور حق مطلق سے رجوع نہ کرے جو اذعونی
(مجھ سے دعا کرو) کی دعوت دیتا ہے اور "۱" سبج لکھ، (میں تمہارے حق میں تمہاری دعا قبول کر لوں گا) کا مشرودہ بھی
سناتا ہے۔

صبحے بنال راہ فلک بن بستہ اند! ہر چند ویر آمدہ و دبستہ اند!
حران تو زہمت کوتاہ بین تست ہرگز ویر کریم بکا فر بن بستہ اند
سرایہ شناخت چراغیت دادہ اند آمارہ چراغ ز صر صر بن بستہ اند
بر تشنگان بہار بخیلی برائے چہیت دریا کریم و ظرف ترا سر بن بستہ اند

ربنا اهدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم، غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین، آمین،

شفاعت | شفاعت کیا ہے اور کیوں اسکی ضرورت ہے؟ سلسلہ کلام دراز ہو رہا تھا اور حلقے تنگ سے
تنگ تر ہوتے جاتے تھے۔

فرمایا:۔۔۔ شفاعت کا مادہ شفع ہے جس کے معنی زور (جفت) کے ہیں، شفاعت کرنے والے کو شفیع ہی
لئے کہتے ہیں کہ صاحب حاجت کے ساتھ وہ بھی طلب حاجت میں شریک ہو جاتا ہے، ادنیٰ کو بھی بعض حالتوں میں
شفیع اور شفع کہتے ہیں۔

فالشفاعة ضم غیرك الی جاہلک و
وسیلتك فہو علی التحقیق اظہار المنزلة
الشفیع عندا لمشفع وایصال منفعة
الی المشفوع لہ

شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسرے کو تم اپنی جاہد
مرتبہ کے حصول میں ساتھ ملا لو اور اسکو وسیلہ بنا لو یہ
یہ ہے کہ شفاعت اصل میں شفاعت کرنے والے کی منت
کا اس شخص کے سامنے ظاہر کرنے جس کے پاس شفاعت

کی جائے اسکو ساتھ ایک ضمنی مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کی شفاعت کریں اسے کچھ نفع بھی ہو۔

علمائے شفاعت کو صرف خیر تک محدود رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے شفاعت شرکی بھی تحرک کی ہے جس

سے نیمہ و عیبت تو حق کلام بغرض القائے عداوت مراد لیتے ہیں۔

جس نے کوئی اچھی شفاعت کی تو اس شفاعت میں سے

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ

کچھ حصہ اس کا بھی ہوگا، اور جس نے کوئی بری شفاعت

مِنْهُمْ مَادَّ مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ

کی تو اس شفاعت کا کچھ بار اسپر بھی پڑے گا، اور

كُلٌّ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًا

اللہ سرچیز پر مقتدر ہے۔

شفاعت سینہ کی یہ بھی تاویل کی گئی ہے کہ شفع کفرہ بقتال المؤمنین، یعنی مومنین کے ساتھ جنگ کرنے

میں کفر کا ساتھ دے۔ اس کی تائید ابو موسیٰ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے امام بخاری دام مسلم دونوں ہی

راوی ہیں :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک شخص آگے

کان من سؤل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالساً

سوال کرنے لگا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فجاء رجل یسأل فاقبل، ہذا ابو جہم وقال

ہم لوگوں کی جانب رخ کر کے فرمایا، شفاعت کر دو، یعنی

اشفوا لوجروا ویقضی اللہ علی المسائل

کار برآری میں تم لوگ بھی اس کا ساتھ دو اور اسکی حاجت

رسولہ ما شاعر

میں شریک ہو جاؤ۔ "مہتیں اس کا اجر ملے گا" اللہ جو چاہتا ہے وہی اپنے پیغمبر کی زبان سے پورا کراتا ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد شفاعت پر کیا اعتراض رہ گیا؟ جو لوگ اس کو ایک طرح

کی سخن سازی سمجھتے ہیں کہ کسی کے کہنے یا زور ڈالنے سے اللہ تعالیٰ انسان کی بد کرداریوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے

اس کو بخش دے گا۔ ایسے نادان یقیناً کلام عربیہ انجان اور مفہوم شفاعت سے قطعاً بے خبر ہیں۔

جیل عمر روان است و محشرے و پیش

بیاوردے بسوئے شفع محشر کن!